[illegible] سابقہ پڑا جن کی وجہ سے انہیں کئی قوموں اور مذاہب کی تاریخ اور ان کے [illegible] کے تہذیب و تمدن کو پاس سے دیکھنا پڑا۔ جب صورت یہ ہو کہ دماغ میں توحید کا عقیدہ [illegible] ہو۔ اور تفکر و فکر میں آفاقی اور آفاق گیری کے تجربات سامنے ہوئے ہوں اور [illegible] اپنی پوری زندگی سراپا عمل بے لوث اور بے پایاں مال و دولت سے بے نیاز۔ اور ہر رشتہ و پیوند سے آزاد رہی ہو تو جو شخص ان باطنی کیفیات کے ساتھ کتاب و سنت اور ولی اللہی علوم و معارف میں غوطہ زن ہوگا تو ظاہر ہے وہ ان میں جو کچھ پائے گا اس سے ان اہل علم کی تحقیق کا کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ جنہوں نے اسلام کو آبا پرستی کے ضمن میں اپنایا۔ اہل علم کا یہ طبقہ اگر مولانا پر خفا ہے اور ان کے افکار و تعلیمات کو اسلام کے خلاف قرار دیتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کو اسلام واقعی اسی شکل میں نظر آتا ہو، لیکن انصاف شرط ہے کہ اس معاملہ میں مولانا کا کیا قصور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا کتاب و سنت کے نام سے جو کچھ کہتے ہیں، ان کے دل اور دماغ پر کتاب و سنت کے مطالعہ سے واقعتہً یہی کیفیات گزری ہیں اور شاہ ولی اللہ کی انقلابی حکمت کا جب وہ نام لیتے ہیں تو سچ یہ ہے کہ انہوں نے اس حکمت کو اسی طرح سمجھا ہے

مولانا کے نزدیک توحید کا عقیدہ زندگی کی ایک زندہ اور فعال قوت تھی۔ مولانا نے توحید کو ماننا تو غیر اللہ کے خلاف معرکہ آرا ہونا ضروری سمجھا۔ مولانا کی نظر میں توحید فکر و عمل کے لئے انقلاب کا حکم رکھتی تھی۔ اسی بنا پر مولانا اسلام کی ساری تاریخ میں عقیدۂ توحید کا بہترین عملی مظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کے مبارک زمانے کو سمجھتے ہیں، جس میں عمار یاسرؓ اور بلالؓ جیسے غلام مصعبؓ و سعدؓ و سعیدؓ جیسے نوجوان اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ جیسے حسب نسب والے حضرت رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توحید کا سبق پڑھ کر اپنے سرکش اور ظالم آقاؤں کو کچلتے، اپنے شفیق و مہربان ماں باپ کو خیرباد کہتے اور اپنے عزیز و اقارب کو قتل کرتے نظر آتے ہیں یہ اسی عقیدۂ توحید کا اعجاز تھا کہ انہوں نے پرانے فرسودہ نظام کو ختم کر کے ایک نئی زندگی کی بنیاد رکھی۔ اور اپنے فکر و عمل سے دنیا میں ایک انقلاب کر دیا۔

مولانا قرآن مجید کی آیات جہاد کو بدر و احد و خندق کے معرکوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے پڑھتے ہیں۔ آپؐ کے مکی و مدنی دور کو سامنے رکھ کر قرآن کے احکام و قواعد کو سمجھنے کی کوشش فرماتے

یہی مقدس جماعت ہے جس نے [illegible] کرکے کتاب و سنت سے ہدایت طلب کرکے پھر جب مسلمانوں کی زندگی میں [illegible] جاء الحق وزھق الباطل کا منظر ان کی نگاہوں میں تھا۔ اور انہوں نے [illegible] کی سلطنتیں پاش پاش کردی تھیں۔ یہ انقلابی جماعت ہے کہ یہ انقلابی [illegible] انسان کا یہ انقلابی کردار، مولانا سندھی کے نزدیک قرآن کی انقلابی دعوت کا ایک نمونہ تھا، جو اسلام کے قرنِ اول میں متشکل ہوا۔ اور موجودہ زمانے میں اسی انقلاب کو پھر سے برپا کرنا [illegible] کا فرض ہے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے مطالعے نے برعظیم ہند کے مسلمانوں کی اس دور کی دو بڑی شخصیتوں پر ایک ہی اثر ڈالا۔ علامہ اقبال مرحوم نے "جاوید نامہ" میں سید جمال الدین افغانی کی زبان سے ملتِ روسیہ کے نام جو پیغام دیا ہے، اسے پڑھیے، اور پھر مولانا سندھی کے ان افکار و خیالات کا مطالعہ کیجیے، یہ دونوں کے دونوں بزرگ اس بات پر متفق ہیں کہ:

> اسلام ایک عالمگیر انقلاب کا پیغام لے کر آیا تھا۔ اور "لا قیصر و لا کسریٰ" کو اس نے ابتدائی زمانے ہی میں متشکل کر دیا۔

ممکن ہے ہمارے علماء علامہ اقبال اور مولانا عبیداللہ سندھی دونوں پر شذوذ کا حکم لگائیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری قوم کے ان دو اہل بصیرت نے جو چیز بہت دور آتے دیکھی تھی وہ اب بہت قریب آچکی ہے۔ خدا نہ کرے کہ ہم بے خبری کے عالم میں ہوں اور وہ ہمیں آلے۔ اس لیے اگر اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی مقصود ہے تو ضرورت ہے کہ مولانا عبیداللہ سندھی اور علامہ اقبال کی صداؤں کو گوشِ ہوش سے سنیں، اور قرآن کی انقلابی دعوت کی راہ میں روک نہ بنیں

شاہ ولی اللہ کے فقہی رجحانات المسوّٰی اور المصفّٰی کی روشنی میں

۲

مولانا محمد مظہر بقا ایم اے فاضل دیوبند استاد شعبۂ معارف اسلامیہ کراچی یونیورسٹی کراچی

المسوّٰی اور المصفّٰی میں شاہ صاحب کے قائم کردہ ابواب وتراجم، امام مالک کے مقرر کردہ عنوانات سے عموماً مختلف ہیں۔ مثلاً "القراءۃ خلف الامام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ"[1] اور "ترک القراءۃ خلف الامام فیما جہر فیہ"[2] یہ دو عنوانات ہیں جو امام مالک نے موطا میں مقرر کئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ان دونوں جدا جدا عنوانات کی احادیث کو ایک باب کے تحت جمع کر دیا اور باب یہ باندھا کہ "باب اختلف السلف فی القراءۃ خلف الامام علی اقوال ثالثھا انہ یقرأ خلفہ فیما اسر فیہ استحبابا دون ما جہر فیہ"[3]

شاہ صاحب نے اپنی دونوں کتابوں میں اصل موطا کی ترتیب کو بھی بدل دیا ہے۔ چنانچہ موطا کی ابتداء "وقوت الصلوۃ" کے عنوان سے ہوتی ہے اور المسوّٰی اور المصفّٰی کی ابتداء "باب الصلوات الخمس احدی ارکان الاسلام و......" سے۔ اور یہ صرف عنوان یا باب کے الفاظ ہی کا اختلاف نہیں بلکہ یہ دونوں دو مستقل موضوعات ہیں اسی لئے ان کے تحت جو احادیث ہیں، وہ بھی مختلف ہیں۔ اس طرح شاہ صاحب نے پوری موطا کی ترتیب بدل دی ہے یہی وجہ

---

[1] موطا امام مالک مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ص ۲۸

[2] " " " " " ص ۲۹

[3] المسوّٰی والمصفّٰی باب ص ۱۳۲ ج ۱، ص ۱۰۵

ہے کہ موطا کے عنوانات کی کل تعداد (۳۰۸) ہے۔ جب کہ المسوّیٰ اور المصفّیٰ کے کل ابواب (۱۱۶۰) ہیں۔ (۶۳۷) جلد اول میں اور (۵۲۳) جلد ثانی میں،

شاہ صاحب نے اپنے طرز پر جو ابواب قائم کئے ہیں اور تراجم الابواب میں جن مسائل کو درج کیا ہے ان کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں۔

وقد شرح الله صدری والحمد لله ان ارتب احادیثہ ترتیبا لیسهل تناولہ واترجم علی کل حدیث بما استنبط منہ جماهیر العلماء۔ [1]

اس کا شکر ہے کہ اس نے میرے سینے کو اس لئے کھول دیا کہ میں اس (موطا) کی احادیث کو اس طرح مرتب کروں کہ ان کا تناول آسان ہو جائے اور ہر حدیث پر وہ ترجمہ قائم کروں جو جمہور علماء نے اس سے مستنبط کیا ہے

شاہ صاحب نے ان دونوں کتابوں میں اس کا التزام کیا ہے کہ وہ مختلف فیہ مسائل میں امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک بیان کر دیتے ہیں [2] چنانچہ لکھتے ہیں:۔

واذکر فی کل باب مذهب الشافعیۃ والحنفیۃ اذهم الفئتان العظیمتان الیوم وهم اکثر الامۃ وهم المصنفون فی اکثر الفنون الدینیۃ وهم القادۃ الائمۃ۔ ولم اتعرض لمذهب غیرهما .... الا فی مواضع [3]

اللہ نے میرے سینہ کو اس کے لئے کھول دیا ہے کہ میں ہر باب میں شوافع اور احناف کے مذہب کو بیان کر دوں اس لئے کہ یہی لوگ آج دو بڑے گروہ ہیں، امت میں انہی کی اکثریت ہے دینی فنون میں بیشتر انہی کی تصانیف ہیں اور یہی قائد اور امام ہیں۔ اور ان دونوں کے سوا بجز چند مواقع کے کسی اور امام کا مسلک بیان نہ کروں۔

---

[1] مقدمہ المسوّیٰ ج ۱ ص ۱۱۔ ۱۲

[2] یہ التزام کلی نہیں کثری ہے

[3] مقدمہ المسوّیٰ ج ۱ ص ۱۱ ۔ ۱۲

امام مالکؒ بعض اوقات ایسا عنوان بھی مقرر کرتے ہیں جس سے ان کا رجحان معلوم ہو۔ مثلاً وہی دونوں عنوانات جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے یعنی "القراءۃ خلف الامام۔۔۔" اور "ترک القراءۃ خلف الامام۔۔۔" ان عنوانات سے جو مسئلہ سمجھ میں آتا ہے وہی امام مالک کا مسلک بھی ہے کہ سرّی نمازوں میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام کی جائے اور جہری نمازوں میں نہ کی جائے۔ لیکن امام مالک ایسا عنوان شاذونادر ہی لاتے ہیں جو ان کے رجحان کو بتائے۔ اکثر وبیشتر وہ اس قسم کے عنوانات مقرر فرماتے ہیں:۔ "وقت الجمعۃ" "من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ" "ما جاء فی دلوک الشمس وغسق اللیل" ان میں سے کوئی عنوان ایسا نہیں جو امام مالک کے رجحان کو بتائے۔ اس کے برخلاف شاہ صاحبؒ نے تراجم ابواب اور تعلیقات میں بکثرت اپنے رجحان کو ظاہر کیا ہے۔

میں نے کسی امام کی طرف شاہ صاحب کے رجحان کو دو طرح سمجھا ہے:۔

(۱) صراحت دونوں کتابوں کی تعلیقات میں بعض ان مواقع پر جہاں مؤطا کی روایات یا روایات متعددہ کے بعد صاف طور پر اپنا رجحان ظاہر فرمایا ہے۔ مثلاً باب۳۲ اذا احتلم ووجد البلل اغتسل وغسل ثوبہ "وقتیکہ کسے محتلم شود و دریا بد تری را غسل بکند و بشوید جامہ خود را"[1]

اس باب کے تحت اپنی تشریح میں لکھتے ہیں:۔ "احتلام دریافتن بلل را تنقیح کردہ اند بخروج منی از طریق معتاد ویا غیر معتاد نزدیک شافعیہ و بخروج منی از طریق معتاد با شہوت نزدیک حنفیہ واین قول ثانی اقوی است نزدیک این فقیر"[2]

---

[1] "المسوّیٰ" اور "المصفّیٰ" دونوں کتابیں کتبخانہ رحیمیہ دہلی سے یکجا شائع ہوئی ہیں۔ متن میں "المصفّیٰ" ہے اور حاشیہ پر "المسوّیٰ"۔ میرے پیش نظر یہی نسخہ ہے اس نسخہ میں ابواب کے نمبر نہیں اور "المسوّیٰ" کا جو نسخہ مکتبہ سلفیہ مکہ مکرمہ سے ۱۳۵۱ھ میں شائع ہوا ہے اس میں بھی ابواب کے نمبر نہیں میں نے خود ابواب کے نمبر قائم کئے ہیں تاکہ حوالہ دینے میں مزید آسانی ہو۔

[2] المصفّیٰ ص۵۰

۱۱ باب ۳۵۶ من اصاب اھلہ فی رمضان ھو صائم فقضی وکفر "
ہر کہ جماع کند با اہل خود در رمضان و حالانکہ او صائم است قضا کند و کفارہ دہد"[۱]
اس باب کے تحت شاہ صاحب اپنی تشریح میں لکھتے ہیں :- "واگر افطار کند باکل و شرب پس اختلاف در جماع است در وجوب کفارت نزدیک ابو حنیفہ و مالک و کفارت مخصوص است بجماع بدون اکل و شرب نزدیک شافعی و احمد"[۲]
چند سطور کے بعد فرماتے ہیں :- "اقوی دریں باب قول شافعی می نماید"[۳] یعنی اس باب میں امام شافعی کا قول زیادہ قوی معلوم ہوتا ہے۔
۲- تراجم ابواب اور تعلیقات کے اشارات کسی باب کے تحت جو احادیث و آثار ہیں ان سے جمہور نے جو مسئلہ مستنبط کیا ہے، شاہ صاحب نے اس کو ترجمۃ الباب میں لکھا ہے۔ لیکن دونوں کتابوں کے تمام ابواب کو دیکھنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ صاحب کا رجحان بھی اسی مسئلہ کی طرف ہے جو انہوں نے ترجمۃ الباب میں درج کیا ہے۔ چنانچہ ایسے مقامات بکثرت ہیں کہ ترجمۃ الباب میں شاہ صاحب نے جس مسئلہ کا ذکر کیا اسی باب کی تشریح میں یا کسی دوسری جگہ اسی کی طرف اپنے رجحان کی صراحت بھی کر دی۔ مثلاً باب ۴۲۲ کے ترجمہ میں یہ مسئلہ لکھا کہ "یعتبر النصاب فی آخر الحول"[۴] یعنی نصاب کا اعتبار آخر سال میں ہوگا۔ اور اس سے پہلے باب ۴۲۳ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔
"ظاہر پیش بندہ آنست کہ نصاب در تمام حول شرط است"[۵] یعنی بندے کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ نصاب تمام سال پر شرط ہے۔

---

[۱] مسوی و مصفی ج ۱ ص ۲۴۵
[۲] مصفی ج ۱ ص ۲۴۶
[۳] " " ۲۴۷
[۴] مسوی و مصفی ج ۱ ص ۲۱۵
[۵] مصفی " ص ۲۱۶

امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں جو تراجم ابواب قائم کئے ہیں شارحین بخاری نے ان سے امام بخاری کے رجحانات کا استنباط بھی کیا ہے۔ خود شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

تراجیم ابوابہ تنقسم ابوابا ..... منھا انہ یترجم بمسئلۃ استنبطھا من الحدیث بنحو من الاستنباط من نصہ او اشارتہ او عمومہ او ایمائہ [1]

ان (بخاری) کے تراجم ابواب چند ابواب پر منقسم ہیں .... ایک قسم ان میں سے یہ ہے کہ حدیث سے جو مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اسے امام بخاری ترجمۃ الباب میں ذکر کر دیتے ہیں۔ یہ استنباط خواہ حدیث کے نص سے ہو یا اشارہ سے یا عموم سے یا ایماء سے۔

ایمان کے بارے میں امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ صرف قلبی تصدیق کا نام ایمان نہیں بلکہ اعمال بھی ایمان کا جزء ہیں، اور ایمان میں کمی و بیشی ہوتی ہے۔ ان کا یہ مسلک ان کے اس ترجمۃ الباب سے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے[2] صاف ظاہر ہے۔ "هو قول و عمل" اور "يزيد و ينقص" یہ اسمیہ اور فعلیہ جملے یقین کے ساتھ ان کے اس رجحان کو بتا رہے ہیں۔

صحیح بخاری کا ایک باب ہے۔ "باب رفع البصر الی السماء"، آسمان کی طرف نظر اٹھانے کا بیان۔

اس کے ترجمۃ الباب کے متعلق شاہ صاحب کہتے ہیں "غرضہ اثبات کراھتہ فی الصلوۃ"[3] مصنف کی غرض اس سے یہ ثابت کرنا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا مکروہ ہے۔

گویا شاہ صاحب نے ترجمۃ الباب سے خود امام بخاری کے رجحان پر استدلال کیا

---

[1] شرح تراجم ابواب بخاری مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ طبع ثالث ۱۳۶۸ھ / ۱۹۴۹ء ص ۲

[2] باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس و ھو قول و فعل و یزید و ینقص

[3] شرح تراجم ابواب بخاری ص ۱۰

پھر اگر صحیح بخاری کے تراجم الابواب سے امام بخاری کے رجحانات معلوم ہوتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ شاہ صاحب کے قائم کردہ تراجم الابواب ان کے فقہی مسلک کو نہ بتائیں۔

شاہ صاحب نے جہاں کہیں ترجمۃ الباب کے مسئلہ کی طرف صراحتاً اپنا رجحان ظاہر کیا ہے، اور ایسی مواقع پر ترجمۃ الباب میں جو الفاظ استعمال کئے ہیں، دونوں کو سامنے رکھنے سے یہ اصول سمجھ میں آتے ہیں :-

(الف) شاہ صاحب جہاں ترجمۃ الباب کے ذریعہ اپنا رجحان ظاہر کرنا چاہتے ہیں وہاں بیشتر فعل مضارع استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً

باب تجب قراءۃ فاتحۃ الکتاب فی کل رکعۃ [1]	اس کا بیان کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

یا مثلاً

باب لا یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم اذا افتتح الصلوۃ [2]	اس کا بیان کہ جب نماز شروع کرے بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھے۔

(ب) کہیں شاہ صاحب اپنا رجحان ظاہر کرنے کے لئے ترجمۃ الباب میں فعل ماضی استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً

باب من ادرک رکعۃ من الصبح فقد ادرک الصبح [3]	اس کا بیان کہ جس نے صبح کی ایک رکعت پائی اس نے صبح پائی۔

یا مثلاً

باب من ادرک رکعۃ من الصلوۃ فقد ادرک الصلوۃ [4]	اس کا بیان کہ جس نے نماز کی ایک رکعت پائی اس نے نماز پائی۔

---

[1] باب ۱۲۹ ص ۱۰۴ ج ۱

[2] باب ۱۳۰ ص ۱۰۵ ج ۱

[3] باب ۹۹ ص ۷۶ ج ۱

[4] باب ۱۸۴ ص ۱۴۰ ج ۱

یہ دونوں مختلف فیہ مسائل ہیں اور شاہ صاحب کا رجحان بھی ان سے معلوم ہو رہا ہے۔ (تفصیل اپنے مقام پر آئیگی)

(ج) کہیں شاہ صاحب ترجمۃ الباب میں جملہ اسمیہ استعمال کرتے ہیں۔ اس سے بھی ان کا رجحان صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

باب الافضل فی نافلۃ اللیل والنھار ان یکون مثنیٰ مثنیٰ۔	اس کا بیان کہ رات و دن کی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ وہ دو دو ہوں۔

یا مثلاً

باب سجود القرآن سنۃ ولیس بواجب[۱۰]	اس کا بیان کہ قرآنی سجدے سنت ہیں واجب نہیں۔

یہ دونوں مختلف فیہ مسائل ہیں اور صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب کا رجحان کیا ہے۔ (تفصیل اپنے مواقع پر ان دونوں ابواب کے تحت آئیگی۔

(د) کہیں شاہ صاحب ترجمۃ الباب میں مصدر استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ مصدر بھی ان کے رجحان کو ظاہر کرتا ہے[۱۱] مثلاً

باب وجوب السعی بین الصفا والمروۃ[۱۲]	صفا و مروہ کے درمیان سعی کے واجب ہونے کا بیان۔

یا مثلاً

باب النھی عن بیع الرطب بالتمر[۱۳]	تر خرما کو خشک خرما کے عوض بیچنے کی ممانعت کا بیان۔

---

[۱۰] باب ۲۶۰ ص ۱۹۱ ج ۱

[۱۱] مگر یہ کہ کوئی قرینہ اس کے خلاف قائم ہو۔ اور وہ قرینہ عام طور سے عربی ترجمۃ الباب کا وہ فارسی ترجمہ ہوتا ہے جو شاہ صاحب مصفّیٰ میں کرتے ہیں۔

[۱۲] باب ۶۶۳ ص ۳۱۶ ج ۱ [۱۳] باب ۵۳۹ ص ۳۴۹ ج ۱

یہ دونوں کی مختلف فیہ مسائل ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سعی بین الصفا والمروہ واجب ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض۔ اگر شاہ صاحب کا رجحان امام شافعی کی طرف ہوتا تو یوں کہتے۔ باب فرضیۃ السعی۔۔۔ اسی طرح تر خرما کو خشک خرما کے عوض بیچنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک منع ہے۔ اگر شاہ صاحب کا رجحان امام ابو حنیفہ کی جانب ہوتا تو یوں کہتے۔ باب جواز بیع الرطب بالتمر

۵۔ بعض مقامات پر شاہ صاحب نہ تو ترجمۃ الباب میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے ان کا رجحان معلوم ہو اور نہ تشریح میں اپنے رجحان کی صراحت کرتے لیکن اسلوب ایسا اختیار کرتے ہیں جس سے اشارۃً ان کا رجحان معلوم ہو جائے۔ مثلاً:۔

باب الجنب یصلی بالقوم وھو ناس[1]	اس کا بیان کہ جنب قوم کی امامت کرے اور اسے اپنی جنابت یاد نہ ہو۔

اس باب کے تحت سوئی یا مصفیٰ کسی میں صراحتاً شاہ صاحب نے اپنا رجحان کسی طرف ظاہر نہیں کیا اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ دونوں کا اختلاف نقل کر دیا ہے۔ لیکن امام شافعی کا قول اس طرح نقل کیا ہے کہ ساتھ ہی اس کی تائید میں حضرت عمرؓ کا فعل بھی نقل کر دیا ہے اور امام ابو حنیفہ کا قول بلا کسی تائید کے نقل کیا ہے۔ اس سے اشارۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا رجحان امام شافعی کی طرف ہے۔

یا مثلاً۔

باب اختلف السلف فی القراءۃ خلف الامام علی اقوال ثالثھا انہ یقرأ خلفہ فیما اسر فیہ استحبابا دون ما جھر فیہ[2]	اس کا بیان کہ قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں سلف کے چند مختلف اقوال ہیں جن میں سے تیسرا قول یہ ہے کہ سری نمازوں میں قراءۃ فاتحہ خلف الامام مستحب ہے جہری نمازوں میں مستحب نہیں۔

---

[1] باب ۱۴۵ ص ۱۳۶/۱۲۰   [2] باب ۱۳۲ ص ۱۰۵/۱۲۰

اس موقع پر شاہ صاحب نے اس تعبیر کے ملتی جلتی تعبیر اختیار کی ہے جو قرآن کریم میں اصحاب کہف کی تعداد کے بارے میں اختیار کی گئی ہے کہ :۔

سیقولون ثلثة رابعهم کلبهم ویقولون	اب یہی کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا
خمسة سادسهم کلبهم رجما بالغیب	اور یہ بھی کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا ' اور یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا۔

حضرت ابن عباسؓ نے قرآن کریم کے اس طرز بیان سے استدلال کرکے قول ثالث کو اختیار کیا ہے اور اصحاب کہف کی تعداد سات بتائی ہے۔ (ترجمہ شیخ الہندؒ)

اس قسم کے اور بھی لطیف طریقے ہیں جن سے شاہ صاحب اپنا رجحان ظاہر فرماتے ہیں۔ (تفصیلات اپنے اپنے مقام پر آئیں گی)

(۷) بعض ایسے مواقع ہیں جہاں شاہ صاحب نے اپنا رجحان تو کسی طرح ظاہر کر دیا ہے لیکن امام شافعی اور امام ابوحنیفہ دونوں کے اقوال نقل کرنے کے بجائے صرف ایک امام کا قول نقل کیا ہے۔ مثلاً

باب یعطی الانفال من الخمس۔ اس کا بیان کہ نفل پانچویں حصہ سے دیتے جائیں

اس کے تحت شاہ صاحب نے مسوّیٰ میں صرف امام شافعی کا قول نقل کیا ہے یہ بھی ان کے رجحان کی دلیل ہے لیکن ایسے مواقع پر اگر شاہ صاحب کا رجحان کسی طرف دکھایا گیا ہے تو معتبر کتب سے دیکھ لیا گیا ہے کہ واقعۃً اس کا قول مخالف ہے بھی یا نہیں۔

(۸) بعض مقامات پر شاہ صاحب نے اپنا رجحان بھی ظاہر فرمایا ہے اور وہ مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے لیکن کسی امام کا قول نقل نہیں کیا۔ مثلاً

باب قسن الولیمة۔ اس کا بیان کہ ولیمہ سنت ہے۔

---

۱ سورۂ کہف آیت ۲۲

۲ باب ۲۵۷ ص ۱۶۳ ج ۲ ۳ باب ۳۲ ص ۲۳ ج ۲

اس کے تحت لکھتے ہیں:

قلت الولیمۃ سنۃ مؤکدۃ او مستحبۃ ولیست بواجبۃ[1] — میں کہتا ہوں کہ ولیمہ سنت مؤکدہ یا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔

یہاں شاہ صاحب نے اپنا رجحان بھی بتایا ہے اور یہ بھی بتا دیا کہ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، بعض اسے سنت یا مستحب کہتے ہیں اور بعض واجب لیکن یہ نہیں بتایا کہ سنت یا مستحب کون کہتا ہے اور واجب کون۔ ایسے مواقع پر معتبر کتب کی طرف رجوع کرکے اس کی تعیین کی گئی ہے کہ شاہ صاحب کا رجحان کس امام کی طرف ہے۔

(ح) شاہ صاحب کی عام عادت یہ ہے کہ ان کا رجحان جس امام کی جانب ہوتا ہے اس کا قول پہلے نقل کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ کہیں کہیں انہوں نے اس کے برعکس بھی کیا ہے اس لئے یہ طرز ان کے رجحان کو سمجھنے کے لئے واضح نہیں۔

(ط) جہاں شاہ صاحب کسی مختلف فیہ مسئلہ میں اپنا رجحان ظاہر نہیں کرنا چاہتے وہاں نہ ترجمۃ الباب میں ایسے الفاظ استعمال کرتے جن سے ان کا رجحان معلوم ہو، نہ شرح متن کسی جگہ اپنے رجحان کی صراحت کرتے اور نہ ایسا اسلوب اختیار کرتے جس سے ان کے رجحان کا اشارہ بھی مل سکے۔ مثلاً

باب ما یوخذ من تجارات اہل الذمۃ[2] — اس کا بیان کہ اہل ذمہ کی تجارتوں میں سے کیا لیا جائے۔

اس باب کے تحت شاہ صاحب نے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کا اختلاف تو نقل کر دیا ہے لیکن اپنا رجحان اس کے سوا اور کسی طریقے سے نہیں بتایا کہ امام ابو حنیفہ کا قول پہلے نقل کیا ہے لیکن پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ان کے رجحان کو سمجھنے کے لئے یہ طریقہ واضح نہیں۔

المسوی اور المصفیٰ کی دونوں جلدوں میں کل (۱۱۴۰) ابواب ہیں۔ ان میں سے بعض ابواب

---

[1] مسوی ص ۲۴ ج ۲

[2] باب ۲۴۳ ص ۱۶۸ ج ۲

ایسے ہیں جن میں فقہی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں مثلاً آداب یا فضائل یا رقاق سے متعلق ابواب، بعض ایسے ہیں جن میں فقہی اختلاف کی گنجائش تو تھی لیکن وہ تمام ائمہ یا کم از کم امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ بعض ایسے ہیں جن میں اختلاف کی گنجائش بھی ہے اور شاہ صاحب نے اختلاف نقل بھی کیا ہے لیکن اپنا رجحان کسی طرح ظاہر نہیں کیا۔ بعض ایسے ہیں جن میں خلاف بھی ہے اور شاہ صاحب نے اپنا رجحان بھی کسی طرف ظاہر کر دیا ہے، لیکن پھر مخالف اقوال میں تطبیق کی صورت بھی بیان کر دی ہے۔ ایسے تمام ابواب کو ترک کر دیا گیا ہے اسی طرح اگر کوئی مختلف فیہ مسئلہ کسی باب میں ضمنی طور پر آ رہا ہے اور کسی باب میں مستقل طور پر تو اول کو ترک کر کے ثانی کو اختیار کیا گیا ہے۔

صرف ان ابواب کو لیا گیا ہے جو مختلف فیہ بھی ہیں، شاہ صاحب نے ان پر کسی طرح اپنا رجحان بھی ظاہر کیا ہے اور مخالف اقوال میں تطبیق بھی نہیں دی ہے۔

اس مضمون میں حسب ذیل اشارات سے کام لیا گیا ہے۔

"م" (المسوی) "ص" (المصفیٰ) "ت" (ترجمۃ الباب)

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام شافعی کی جانب ہے

[اس ضمن میں مضمون نگار صاحب نے ایسے کوئی ۱۳۳ ابواب و مسائل کی نشاندہی کی ہے۔ اور فرداً فرداً بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک باب کس بارے میں ہے، یہ کس کتاب کی کس جلد اور کس صفحے پر ہے۔ اس کے متعلق امام شافعی کا قول کیا ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول کیا ہے۔ اور یہ کہ کس کتاب سے کس طرح رجحان معلوم ہوتا ہے۔ یہ تفصیل چونکہ بڑی طویل تھی، اس لئے عدم گنجائش کی وجہ سے اس کو نہیں دیا گیا۔ مدیر]

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام ابوحنیفہ کی جانب ہے

[مضمون نگار صاحب نے اس ضمن میں مذکورہ بالا ترتیب سے ایسے ۷۱ ابواب و مسائل کی نشان دہی کی ہے۔ مدیر]

ایسے مختلف ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام مالک کی جانب ہے۔

[مضمون نگار صاحب نے اس ضمن میں مذکورہ بالا ترتیب سے